سوال

(105) کیا ولد الحرام سردار اور امام بن سکتا ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک شخص نے یکے بعد دیگرے ایام جاہلیت میں دو بہن کو شادی کر کے اپنی زوجیت میں رکھا۔ عورت ثانی کی طرف سے جو لڑکا پیدا ہوا، فن دنیاوی میں بہت ہوشیار، بوجہ مصلحت کے سردار اعلیٰ نے ہمراہ امام جماعت کے چودھری سردار اس کو بھی مقرر کیا، بوجہ معین شریعت محمدیہ اور بندوبست امورِ دینیہ کے اب اختلاف ہے درمیان مسلمانوں کے اس بات پر کہ لڑکا حرامی جب محرومِ میراث ہے تو سرداری اس کی نادرست اور نماز اس کے پیچھے ناجائز اور عبادت اس کی فاسد۔ لہٰذا نزدیک محدثین عرض ہے کہ مطابق حکم اللہ ورسول کے جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

جس شخص میں سرداری کی شرطیں پائی جائیں، اس کی سرداری درست ہے اور حرامی ہونا ایسی سرداری کا مانع نہیں ہے، جس کی نسبت سوال ہے۔ ہاں امام اعظم (یعنی امام عامہ مسلمین) ہونے کو البتہ مانع ہے، کیونکہ اس امامت میں قرشی ہونا شرط ہے اور حرامی شخص قرشی ہو نہیں سکتا، اس لیے کہ شرع شریف میں نسب آبا سے معتبر ہے، نہ کہ امہات سے، تو اگر زانی شخص قرشی بھی ہو، تب بھی حرامی لڑکا قرشی نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ زانی شخص شرعاً ولد الزنا کا باپ نہیں ہے کہ اس کے قرشی ہونے سے ولد الزنا بھی قرشی ہوجائے۔ بلوغ المرام ''باب القضاء'' میں ہے:

عن بریدة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَلقضاة ثلاثة، اثنان فی النار، وواحد فی الجنة، رجل عرف الحق فقضیٰ بہ فھو فی الجنة، ورجل عرف الحق فلم یقض بہ، وجار فی الحکم فھو فی النار، ورجل لم یعرف الحق فقضی للناس علی جھل فھو فی النار))[1] (رواہ الأربعة، وصححہ الحاکم)

''بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حاکم تین طرح کے ہیں، دو دوزخی ایک جنتی، جس حاکم نے حق والے کا حق دریافت کیا اور اسی کے مطابق فیصلہ بھی کیا، وہ حاکم جنتی ہے اور جس حاکم نے حق والے کا حق تو دریافت کرلیا، لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہیں کیا، بلکہ جان بوجھ کر حق کے خلاف فیصلہ کیا، وہ حاکم دوزخی ہے اور جس حاکم نے حق والے کا حق تک بھی دریافت نہیں کیا اور یوں ہی بے سمجھے بوجھے فیصلہ سنا دیا، وہ حاکم بھی دوزخی ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ ذی علم اور سمجھ دار اور دیانت دار اور انصاف ور ہو۔ اگر ذی علم اور سمجھدار نہ ہوگا، تو حق وناحق میں فرق نہ کرسکے گا اور اگر دیانت دار اور انصاف ور نہ ہوگا تو ٹھیک ٹھیک حق بحق فیصلہ نہ کرے گا۔ صحیح بخاری ''کتاب الأحکام، باب متی یستوجب الرجل القضاء'' میں ہے:

''قال مزاحم بن زفر: قال لنا عمر بن عبد العزیز: خمس إذا أخطأ القاضی منهن خصلة کانت فیه وصمة أن یکون فهما حلیما عفیفا صلیبا عالما سؤولا عن العلم'' [2]

''مزاحم بن زفر نے کہا کہ ہم سے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: پانچ خصلتیں ہیں کہ جن میں سے ایک سے بھی جب حاکم چوک جاتا ہے، یعنی ان میں سے کسی ایک خصلت کا بھی فاقد ہوتا ہے تو اس میں عیب و نقصان رہتا ہے: سمجھدار ہو، متحمل اور بردبار ہو، حرام سے بچنے والا ہو، مضبوط ارادے کا ہو، دوسرے کے حق میں سخت ہو، حق پر اڑ جانے والا ہو، کسی کے ساتھ رعایت کرنے والا نہ ہو۔ ذی علم ہو اور جو بات نہ جانتا ہو، اس کو ذی علموں سے پوچھ کر دریافت کرتا ہو۔''

جس شخص میں نماز کی امامت کی شرطیں پائی جائیں، اس کی امامت درست اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے اور حرامی ہونا مانع امامتِ نماز بھی نہیں ہے۔ مشکوۃ شریف ''باب الإمامة'' فصل اول میں ہے:

عن أبی مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((یؤم القوم أقرأهم لکتاب اللہ تعالیٰ، فإن کانوا فی القراءة سواء فأعلمهم بالسنة، فإن کانوا فی السنة سواء فأقدمهم هجرة، فإن کانوا فی الهجرة سواء فأقدمهم سنا)) [3] الحدیث (رواہ مسلم)

''ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اگر قرآن مجید پڑھنے میں سب برابر ہوں تو وہ شخص ان کی امامت کرے جو ان میں حدیث زیادہ جانتا ہو۔ اگر حدیث دانی میں بھی سب برابر ہوں، تو وہ شخص امامت کرے جس نے ان میں ہجرت پہلے کی ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے جو ان میں سن میں بڑا ہو۔''

اسی فصل میں ہے:

''عن أبی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إذا کانوا ثلاثة فلیؤمهم أحدهم وأحقهم بالإمامة أقرأهم)) [4] (رواہ مسلم)

''ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین شخص ہوں تو ان میں سے ایک شخص امام ہو جائے تو جو ان میں قرآن مجید زیادہ پڑھنے والا ہو، وہی شخص زیادہ مستحق امامت کا ہے۔''

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سب سے اول امامت کا مستحق وہ شخص ہے، جو قرآن مجید زیادہ پڑھنے والا ہو، وہ شخص کیسا ہی ہو، حرامی ہو یا حلالی۔ حرامی یا حلالی ہونے کی کچھ قید نہیں ہے۔ پس جو شخص قرآن مجید زیادہ پڑھنے والا ہو، وہ شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ اسی طرح اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو حدیث دان زیادہ ہو، وہی امامت کے مستحق ہے، خواہ وہ کوئی ہو۔ اسی طرح اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو ہجرت میں پہلے ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں، تو جو سن میں بڑا ہو۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری (۱/۳۸۷ چھاپہ دہلی) میں ہے: ''وإلی صحة إمامة ولد الزنا ذهب الجمهور'' اھ۔ ''جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولد الزنا کی امامت درست ہے۔'' یہ کہنا کہ حرامی کی عبادت فاسد ہے، محض بے وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سورت بقرہ میں فرماتا ہے:

بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨٢﴾ [البقرة]

''جس شخص نے بدی کمائی اور اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا، پس وہ لوگ دوزخ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے، وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدکاروں بے ایمانوں کے لیے دوزخ ہے اور ایمانداروں، نیکوکاروں کے لیے جنت ہے، اس میں کوئی قید حلالی یا حرامی کی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی آیتیں بہت سی ہیں۔ کہیں کی آیت میں ایسی قید نہیں ہے، جس سے حلالی اور حرامی میں عبادت کے صحیح اور فاسد ہونے میں فرق سمجھا جاتا ہو، علاوہ اس کے اس میں حرامی کا قصور ہی کیا ہے؟ قصور تو زانی اور زانیہ کا ہے اور شرع شریف میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ایک کے قصور پر دوسرا پکڑا جائے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہوں میں فرمایا گیا ہے : لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزرَ اُخرٰی [الأنعام : ١٦٤] ''یعنی کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' اور جو ولد الزنا کے بارے میں یہ حدیث نقل کی جاتی ہے کہ ((لا یدخل الجنۃ ولد زنی))[5] یعنی ولد الزنا جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کا ایک راوی جابان نامی ہے۔ اولاً تو وہ مجہول ہے۔ ثانیاً وہ روایت کرتا ہے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اس کو سماع نہیں ہے۔ ثالثاً اس کو نبیطہ سے سالم روایت کرتا ہے اور سالم کو نہ جابان سے سماع ہے نہ نبیطہ سے تو یہ حدیث کئی طرح سے منقطع ہے۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال (١/١٥٢) میں رقمطراز ہیں :

''جابان عن عبد اللہ بن عمرو لا یدریٰ من ھو، وقال أبو حاتم : لیس بحجۃ، وقال البخاري : قال لی الجعفی : نا وھیب سمع شعبۃ عن منصور عن سالم عن نبیطۃ عن جابان عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً : لا یدخل الجنۃ ولد زنی۔ تابعہ غندر، ولم یذکر جریر والثوري فیہ نبیطۃ، وقال لی عبدان عن أبیہ عن شعبۃ عن زید عن سالم عن عبد اللہ بن عمرو قولہ، قال البخاري : ولم یصح، ولا یعرف لجابان سماع من عبد اللہ ولا لسالم من جابان '' اھ۔

[جابان راوی، جو عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے، اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔

ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حجت نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے : مجھے جعفی نے کہا : ہمیں وہیب نے بیان کیا ہے، اس نے شعبہ سے سنا، اس نے منصور سے روایت کیا، اس نے سالم سے، اس نے نبیطہ سے، اس نے جابان سے، اس نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کیا کہ ولد الزنا جنت میں نہیں جائے گا۔ غندر نے اس کی متابعت کی ہے، لیکن جریر اور ثوری نے اس کی سند میں نبیط کا ذکر نہیں کیا اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے باپ سے روایت بیان کی، انھوں نے شعبہ سے روایت کیا، انھوں نے زید سے، انھوں نے سالم سے، انھوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان کا قول روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے اور جابان کا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اور سالم کا جابان سے سماع معلوم نہیں ہے]

تفسیر ابنِ کثیر (٣/٥٠ چھاپہ مصر) میں ہے : ''قال البخاري : لا یعرف لجابان سماع من عبد اللہ بن عمرو، ولا لسالم من جابان ولا نبیطۃ'' اھ۔ [امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جابان کا عبد اللہ بن عمر سے اور سالم کا جابان اور نبیطہ سے سماع ثابت نہیں ہے] ''سفر السعادۃ'' (ص : ١٨ اچھاپہ مصر) میں ہے : ''باب ولد الزنا، والمشھور من ذلک ولد الزنا لا یدخل الجنۃ، لم یثبت، بل ھو باطل'' اھ۔ ''ولد الزنا کے باب میں، جس میں سے یہ مشہور ہے کہ ولد الزنا جنت میں نہیں جائے گا، کچھ ثابت نہیں ہے، بلکہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے، سب باطل ہے۔''

حرامی مطلقاً محروم المیراث بھی نہیں ہے، اپنی ماں سے ضرور میراث پا سکتا ہے، گو زانی سے اس وجہ سے کہ شارع نے اس کو باپ نہیں قرار دیا ہے، میراث نہیں پاتا تو حرامی کو مطلقاً محروم المیراث کہنا بھی غلط ہے۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحدیث (٣٥٧٣) سنن الترمذي، رقم الحدیث (١٣٢٢) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (٢٣١٥) سنن النسائی الکبریٰ (٣/ ٤٦١) المستدرک (٤/ ٩٠) بلوغ المرام (١٣٩٧)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٧٤٤)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٦٧٣)

[4] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٦٧٢)

[5] مسند أحمد (٢/ ٢٠٣) سنن النسائی الکبریٰ (٣/ ١٧٥) سنن الدارمی (٢/ ١٥٣) صحیح ابن حبان (٨/ ١٧٥)

هذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ: 233

محدث فتویٰ